اسد محمّد خان

بُرجیاں اور مور

لاجی بائی اسیر گڑھ والی نے تقسیم کے فوراً بعد یہاں آ کر نیپئر روڈ کا یہ فلیٹ بسا لیا تھا۔

لاجی بائی اپنی ایک نوچی اور ایک لے پالک لڑکے کے ساتھ بمبئی کے بیلارڈ پیئر سے جہاز پر سوار ہوئی تھی اور جہاز سے اُتر کر یہاں کیماڑی کے میول مینشن میں موتی سیٹھ شکار پوری کے فلیٹ میں پندرہ روز ٹھہری تھی۔

وہ ایسے ہی نہیں چل پڑی تھی، بڑا مال لائی تھی۔ اسی لیے موتی سیٹھ کے مشورے سے اس نے نیپئر روڈ پر چوراہے کا یہ فلیٹ خرید لیا۔ پھر ایک شاگرد سے چار شاگردیں ہو گئیں اور وہ جم کر اپنی بیٹھک چلانے لگی۔ گلابی شیڈ والی یہ لائٹیں، پنکھے، صوفہ سیٹ، قالین، مخمل والے گاؤ تکیے... جواب کجلائے ہوئے، میلے میلے سے لگتے ہیں ...لاجی نے اُسی زمانے میں خریدے تھے۔

رنڈیوں، ڈیرے دارنیوں کے بارے میں افواہیں نہیں اُڑا کرتیں۔ اسکینڈل، افواہیں تو شریف زادیوں کا کھیدا ڈالنے کے لیے پھیلائی جاتی ہیں، مگر عجیب بات تھی، لاجی بائی کے بارے میں جاپانی روڈ پر اور شہر میں طرح طرح کی باتیں اُڑی ہوئی تھیں۔

کوئی کہتا تھا اس کا اصل نام لیلا ہے، کوئی کہتا تھا نہیں، لیلیٰ ہے اور یہ اسیر گڑھ کے مہاراج کی درباری گایکا تھی۔ کوئی کہتا تھا ناں جی ناں، مہاراج نے بس ڈال رکھا تھا، اسے گانا وانا تو آتا نہیں، پنڈت کوکا کاشمیری کے سب شاستر پڑھے بیٹھی تھی، سمجھو علمِ مسہری کی منتہی تھی یہ لیلا بائی، اسی لیے تو مہاراج نے...

یہ آخری بات دل کو لگتی تھی، کیوں کہ گانے والی آواز تو لاجی کی کبھی کسی نے سنی نہ تھی۔ خیر خواہوں نے مشہور کر دیا تھا کہ نوعمری میں کویل کی طرح کوکتی تھی لاجی بائی، مگر دشمنوں نے سیندور کھلا دیا، بس بیٹھ گئی ہمیشہ کے لیے۔ خود لاجی بائی نے یہ بات کبھی مان کے نہ دی کہ اسے سیندور کھلایا گیا تھا، نہ کبھی اس نے یہ کہا کہ اسے سیندور نہیں کھلایا گیا تھا۔

پتا نہیں کس سن میں ایک بہت قریب کے آدمی نے، جواب زندہ بھی نہیں، لاجی بائی سے گانے کی فرمائش کی تھی تو لاجی نے کہا تھا کہ ڈپٹی صاحب (قریب کا آدمی ڈی ایس پی ریٹائر ہوا تھا) تو لاجی نے کہا تھا، ''ڈپٹی صاحب! ہم ایک کے لیے گاتے تھے یا ایک لاکھ کے لیے۔ اب نہ وہ ایک رہا نہ ایک لاکھ۔ اب کیا گائیں۔ ہمارے تو بول بھی یہاں سمجھ نہ آن گے کسی کو۔''

مگر یہ سب چالاکی کی باتیں تھیں۔

لاجی بائی کو گانے بجانے سے کیا ملتا جو چار مسہریاں چلانے میں یافت ہو جاتی تھی۔

گل بدن، لاجو، بیلا اور یاسمین... دو چار برس بعد لڑکیاں بدل جاتی ہوں گی، مگر چاروں نام یہی رہتے تھے۔ اُنھیں واجبی سا گانا سکھا دیا جاتا ہوگا تاکہ مجروں کی آڑ میں سب چلتا رہے۔

مختصر یہ کہ لاجی بائی کی چار ''شاگردیں'' تھیں اور وہ لمڈا جس کا اوپر ذکر آیا ہے۔ سب اُسے ''لاجی والا'' کہتے تھے۔

☆

سب مجھے لاجی والا جاوید کہتے تھے۔

ہم لوگ جب یہاں آئے تھے اور لاجی صاحب نے یہ فلیٹ خریدا تھا، اُسوقت بہت ہوا تو میں سولھا سال کا ہوں گا۔

فلیٹ پر آنے والوں سے میں بات نہیں کر سکتا تھا۔ کوئی مجھ سے کام کے لیے بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔ نہ ہی مجھے کسی سے کچھ لینے کی اجازت تھی۔ لاجی صاحب اس معاملے میں بہت سخت تھیں۔

پھر مجھے لوگوں میں بیٹھنے کا ڈھنگ آیا، بات کرنے کی تمیز آ گئی۔ ویسے میل جول میں نے کم ہی رکھا۔

بس ایک مظہر علی خاں تھے، بینک افسر، جن سے میری دوستی سی ہوگئی تھی۔ کبھی کبھی میں اُن کے دفتر چلا جاتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ مظہر علی خاں کوٹھے پر آتے ضرور تھے مگر تماش بین نہیں تھے۔ لاجی صاحب کے ''پرستار'' تھے وہ۔ اُن کی عمر اُس وقت چوبیس پچیس سال ہوگی... سمجھو میری عمر کے ہوں گے۔

میں یہ قصہ اپنی یا لاجی صاحب کی وجہ سے نہیں، مظہر علی خاں کی وجہ سے سنا رہا ہوں۔ بڑے دلیر آدمی تھے، پتا نہیں کہاں ہوں گے اب۔

مجھے یاد ہے پہلی بار وہ فلیٹ میں آئے تو دوپہر کا وقت تھا۔ خبر نہیں کیسے فلیٹ کا دروازہ کھلا رہ گیا تھا۔ لاجی صاحب لاؤنج میں بڑے تخت پر گاؤ تکیہ اور ٹیبل فین لگائے، ململ کی چادر گیلی کر کے پیروں پر ڈالے آرام سے

پڑی کچھ گنگنا رہی تھیں کہ ایک خوب صورت جوان، سفید قمیص پر سرخ عنابی ٹائی باندھے، سرج کی کالی پتلون اور چمچماتے ہوئے بوٹ پہنے فلیٹ کے دروازے پر طبلہ سا بجا کے ہیلو کہتا ہوا گھس آیا۔

لاجی بولیں، ''کیا وحشت ہے؟ کہاں گھسے آ رہے ہو میاں؟''

یہ ''میاں'' مظہر علی خاں تھے۔ انھوں نے بڑھ کر لاجی صاحب کے پیر چھوئے۔ لاجی نے پیر سمیٹ لیے۔ وہ آنکھیں پھاڑے خاں صاحب کو دیکھے جا رہی تھیں۔

مظہر علی خاں ہنستی ہوئی آواز میں بولے، ''بہت دن سے آپ کے درشن کرنا چاہتا تھا۔ آپ موسیقی کی تاج دار ہیں، بادشاہ ہیں اس فن کی۔''

لاجی کی تیوریاں چڑھی ہوئی تھیں۔ بولیں، ''برخوردار، غلط جگہ آ گئے ہو... وہ اِدھر نہیں رہتیں۔''

خاں صاحب ہنس کر بولے، ''ہمارے لیے تو آپ ہی ملکۂ موسیقی ہیں۔ اِس علاقے میں تو بس آپ ہی کا حکم چلتا ہے، باقی سب آپ کی رعایا ہیں۔''

اس خوشامدانہ جھوٹ اور ڈِھٹائی پر لاجی ایک دم ہنس پڑیں۔ وہ ہنسیں تو مظہر علی خاں خود بھی ہنسنے لگے۔ بولے، ''میڈم! اِسی مہینے سامنے بینک میں اسسٹنٹ منیجر ہو کر آیا ہوں۔ اِس وقت آپ کا اکاؤنٹ مل جائے تو بہت اچھا ہے۔ کھاتا کھلوا لیجیے میری برانچ میں۔''

لاجی صاحب انھیں دلچسپی سے دیکھتے ہوئے اب گاؤ تکیے سے ٹک گئی تھیں۔ ہنس کے کہنے لگی، ''برخوردار، ایسی کیا مصیبت پڑ گئی ہے جو اکونٹ کے لیے کوٹھے جھانکنا شروع کر دیے؟''

بولے، ''ایک حرام الدہر افسر ٹکر گیا ہے۔ کہتا ہے اسسٹنٹ سے پکا منیجر اُس وقت تک نہیں بننے دوں گا جب تک اِتنی رقم کے اِتنے اِتنے کھاتے نہیں کھلواؤ گے۔''

''پھر؟ کوئی کھاتا کھولا بھی یا ایسے ہی؟''

مظہر علی خاں کہنے لگے، ''میں تو آپ کے سوا یہاں کسی کو جانتا نہیں۔ اور میرا منیجر، وہ بالکل ہی گیا گزرا دبّو آدمی ہے۔ وہ تو آپ کو بھی نہیں جانتا، اتنا نیک ہے۔ صبح پونے نو بجے گاڑی سے اتر کر بینک میں گھس جاتا ہے، پھر پونے پانچ بجے اندر سے نکل کے گاڑی میں... اور چالیس کی اسپیڈ سے اُڑتا ہوا اس علاقے سے باہر۔''

لاجی صاحب نے کہا، ''سبحان اللہ!''

مظہر خاں بولے، ''تو پھر بسم اللہ کیجیے... بچیوں کو بھی بلوا لیجیے۔ میں کھاتوں کے بارے میں اُنھیں بھی سمجھا دوں گا۔'' چوبیس پچیس برس کے اِن خاں صاحب نے ''بچیوں'' کا ذکر جس طرح کیا تھا اس سے لاجی

بس نہال ہوگئیں۔ بہت دیر تک منھ پر ہاتھ رکھے ہنسی روکنے کی کوشش کرتی رہیں، پھر ایک دم ہنسی میں جیسے پھوٹ پڑیں۔

مظہر علی خاں معصوم شکل بنائے کبھی لاجی کو کبھی مجھے دیکھتے رہے۔ لاجی ہنسے جارہی تھیں تو خاں صاحب مجھ سے بولے: ''بھیا، ذرا بلا لو سب کو... ٹائم کم ہے۔''

میں نے لاجی کی طرف دیکھا۔ انھوں نے ہنستے ہنستے ہاں میں سر ہلا کے مجھے لڑکیوں کو بلانے کا کہہ دیا۔

مظہر علی خاں ہنستی ہوئی لاجی کو سمجھانے لگے، ''میڈم، ہنسی کی بات بھی ہے اور نہیں بھی ہے۔ دیکھئے نا، گنتی کے دن ہیں اور لاکھوں روپے کے اکاؤنٹ کھولنا ہیں۔ آپ ہی بتائیے، میں گھٹنوں اور پیروں کو ہاتھ نہ لگاؤں تو اور کیا کروں؟''

فرصت کا وقت تھا۔ لڑکیوں نے لاجی صاحب کی ہنسی کی آواز سن لی تھی۔ انھوں نے لاؤنج میں جمع ہونا شروع کر دیا تو خاں صاحب ایک ایک کو سمجھا کر بچت اور بینکاری کے فائدے بتانے لگے کہ دیکھئے، انسان کتنا غیر محفوظ ہوتا ہے، اور عورتیں تو آپ جانتی ہیں بہت ہی زیادہ غیر محفوظ ہوتی ہیں... خاص طور پر وہ خواتین جنھیں اپنے پیشے میں چمکنے کے لیے بہت کم ٹائم ملتا ہے، جیسے آپ لوگ...

''خواتین'' اور ''پیشے'' کے لفظ سن کے تو لاجی کے ساتھ سب ہی نے ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

خاں صاحب کی تقریر چل رہی تھی۔ کہہ رہے تھے، ''آپ لوگوں کے لیے تو بینک اکاؤنٹ رکھنا اور پیسے بچانا بہت ضروری ہے۔ تاکہ برسات کے دنوں میں جب... جب کہ سایہ بھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے... سمجھ رہی ہیں نا آپ؟ جب قدر دان، نیازمند، پیسا کوڑی خرچ کرنے والے، ناز اٹھانے والے نہیں رہتے تو ایک بینک اکاؤنٹ ہی ہوتا ہے جو سہارا بنتا ہے...''

لڑکیوں میں سے کچھ ابھی تک منھ پر ہاتھ رکھے ہنسے جارہی تھیں۔ خاں صاحب ذرا دیر کو رکے ہوں گے کہ گل بدن ایسے شروع ہوگئی جیسے مشاعرے میں داد دے رہی ہو، ''واہ بھائی جان! واہ سبحان اللہ! بہت اچھی تقریر کرتے ہو!''

خاں صاحب نے بھی مشاعرے کے شاعر کی طرح چار انگلیاں سیدھی کر کے اُن پر انگوٹھا ٹکایا، پیشانی سے لگا کر آداب عرض کیا اور اُسی رفتار میں پھر چل پڑے۔

گل بدن پیچھا چھوڑنے والی کب تھی، سب سے کہنے لگی، ''یہ بہت ڈھیٹ، بہت پکا ہے۔ کوٹھوں پر بہت آنا جانا رہا ہے اس کا... سارنگی بجاتا تھا پہلے۔''

لاجی صاحب کی ہنسی رک گئی تھی، انھوں نے گل بدن کو گھورنا شروع کر دیا تھا۔

مگر مظہر علی خاں نے گل بدن کے فقرے کے جواب میں خود اپنے گالوں پر طمانچے لگائے بولے، ''توبہ کرو بائی توبہ ...سارنگی بڑا مشکل ساز ہے۔ گنی، گن وان لوگوں کا کام ہے سارنگی بجانا...''

گل بدن بے سرا بول گئی۔ لڑکیوں کی طرف دیکھ کے کہنے لگی، ''تو پھر کوٹھوں کے لیے گاہک گھیر کے لاتا ہوگا۔''

لڑکیاں سب سُٹ ہوگئیں۔ ہر ایک کو احساس تھا کہ گل بدن اوچھا بول گئی ہے۔ لاجی صاحب تو جیسے پیلی پڑ گئیں۔ مظہر علی خاں کا گورا چٹا رنگ ایک دم سرخ ہو گیا تھا۔ مگر انھوں نے کھنکھار کر سر جھٹکا، ہونٹوں پر زبان پھرا کر اور گل بدن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے لگے، ''نہیں بائی جی! اب ایسے بھی گئے گزرے نہیں ہیں ہم...قصہ یہ ہے کہ بزرگوں نے اپنے وقتوں میں، اللہ بخشے، بڑی رنڈی بازیاں کی تھیں، تو وہ بے خوفی ہے خون میں۔''

گل بدن کھسیا کے لاجواب ہوگئی۔ لاجی صاحب نے ہاتھ بڑھا کر مظہر علی خاں کا شانہ تھپک دیا، ''برخوردار، کچھ خیال مت کرنا۔ پاگل ہے یہ سسری!''

خاں صاحب کچھ دیر بیٹھ کے، لاجی سے وعدہ لے کے، کہ وہ اکاؤنٹ کھلوانے کا سوچیں گی، چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد لاجی نے دھیرے سے کہا تھا، ''کیا لڑکا ہے بھئی...مالک خوش رکھے!''

دو چار بار مظہر میاں پھر آئے۔ لاجی صاحب نے ''کشمیر ملک اینڈ لسی شاپ'' کے مالک کو کہلوا دیا تھا، اُس نے اور بالٹی فلٹر بیچنے والے ٹین ماسٹر نے سب سے پہلے خاں صاحب کے حساب میں کھاتا کھلوایا، پھر سگریٹ کا ہول سیل والا گجراتی بھائی بھی دھیرے دھیرے لائن پر آ گیا۔

مظہر علی خاں ان سب اکاؤنٹس کے لیے لاجی صاحب کا شکریہ ادا کرنے آئے تو کرسی پر بیٹھتے ہی انھوں نے اپنا بریف کیس کھولا اور چپٹا سا ایک ڈبا نکالا۔ وہ شہر کی سب سے بڑھیا دکان سے لاجی کی پسند کی مٹھائی لائے تھے۔ یہ ڈبا انھوں نے ہاتھوں پر رکھ کر لاجی کی طرف بڑھا دیا۔

لاجی نے پوچھا، ''یہ کس واسطے؟''

کہنے لگے، ''سوچ لیا تھا لیلا جی کا منھ میٹھا کراؤں گا۔''

''مگر کیوں برخوردار؟ ٹین ماسٹر اور کشمیر ملک والے نے کھاتا کھول لیا، کیا اس واسطے؟'' خاں صاحب بولے: نہیں لیلا جی، کھاتے واتے تو کھلتے رہتے ہیں...وہ سب نہیں۔''

''تو پھر؟'' لاجی نے کہا، ''پہیلیاں کیوں بجھواتا ہے برخوردار؟ ہاں بھلا؟''

''دیکھئے، اس طرح ہے،'' مظہر میاں نے مٹھائی کا ڈبا کرسی پر رکھ دیا، خود تخت پر لاجی صاحب کے برابر آ بیٹھے، ''اس طرح ہے میڈم! کہ میں...اُس روز جو میں آپ کے فلیٹ میں گھس آیا تھا اور چپڑ چپڑ باتیں کرتا تھا تو یہ مت سمجھئے کہ بونگی مارتا تھا۔ مجھے اُس روز بھی خبر تھی کہ آپ کون ہیں۔ صرف خبر ہی نہیں، اُس وقت تک میرے پاس آپ کے پانچ گراموفون رکارڈ آ چکے تھے۔ چھٹا، جس کی بہت دن سے تلاش تھی، کل ملا ہے۔ لیلا جی! میں نے سوچ لیا تھا، وہ رکارڈ جس دن میرے ہاتھ لگ جائے گا تو آپ کا منھ میٹھا کراؤں گا۔ وہ آپ کے آنے کے بعد نکالا تھا کمپنی نے۔ آپ کے پاس بھی نہیں ہوگا۔ وہی الہیا بلاول کہ...دیّا ری کہاں گئے وہ لوگ ...''

لاجی بس مظہر علی خاں کی طرف دیکھے جا رہی تھیں۔ خاں صاحب نے ابھی بولنا ختم بھی نہ کیا تھا کہ لاجی نے جیسے نیند میں دُہرایا، ''دیّا ری کہاں گئے...'' پھر وہ جیسے پوچھنے لگیں۔ ''الہیا بلاول؟ نایک صمدو کی الہیا؟''

مظہر میاں نے سر ہلایا، ''جی وہی۔''

لاجی صاحب نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر آہستہ سے پوچھا، ''کون ہو تم؟ کیسے جانتے ہو مجھے؟''

''میں؟ میں نے بتایا تو تھا، بینک میں نوکر ہوں، آپ کی اسی سڑک پر جو بینک ہے...اور میڈم! آپ کو کیسے جانتا ہوں؟ تو آپ کو لیلا جی! آپ کو تو بہت سے لوگ جانتے ہیں۔ ہزاروں، شاید لاکھوں...سن بتیس کے بعد کجریاں کس نے گائی ہیں آپ کے سوا؟ کون ہے؟ کس نے گائی ہوں گی؟ لیلا بائی اسیر گڑھ والی کی طرح کون گا سکتا تھا؟...میڈم! ہر اتوار کو صبح سے شام تک سنتا ہوں آپ کے رکارڈ۔ اسیر گڑھ کے نئے نویلے جنگل ہو نکلتے ہیں آپ کے سروں میں، اور مور، لیلا جی! اسیر گڑھ کے قلعے کی برجیوں پر بیٹھے ہوئے مور اور مورنیاں بولتی ہیں۔ میں نے وہ آوازیں نہیں سنیں...مگر ایک جانکارنے، ایک خوب سنے ہوئے نے مجھے سب آوازوں کی پہچان کرا دی ہے۔ لیلا بائی! میڈم! خدا جانتا ہے، مجھے موسیقی کی سمجھ اتنی نہیں ہے، مگر آپ کی گائی کجریوں کے ایک ایک نوٹ کی شکل کاغذ پر بنا کے دکھا سکتا ہوں۔''

لاجی صاحب سختی سے اپنے منھ پر ہاتھ جمائے بیٹھی مظہر میاں کی باتیں سن رہی تھیں۔ انھوں نے لیلا بائی اسیر گڑھ والی کہا تو لاجی نے چہرے پر ایک بار ہاتھ پھیر کر بے آواز دُہرایا، ''لی لا!''

فلیٹ میں سناٹا تھا۔ میں دیوار سے ٹکا سب سن رہا تھا۔

یوں لگ رہا تھا جیسے لاؤنج میں، سامنے، کسی گزرے زمانے کی میّت رکھی ہے۔

مظہر علی خاں نے لاجی صاحب کے آنسو دیکھ لیے تھے۔ وہ اٹھے۔ انھوں نے بریف کیس اٹھالیا۔

لاجی صاحب زانو پر کہنی ٹکائے، مہندی لگی اپنی گول مٹول ہتھیلی پر ٹھوڑی رکھے بت بنی بیٹھی تھیں۔

اپنا بریف کیس ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جھلاتے ہوئے خاں صاحب نے اشارے سے لاجی صاحب کے بت کو سلام کیا اور فلیٹ کے دروازے کی طرف بڑھے۔

لاجی صاحب نے دھیرے سے کہا، ''ٹھہرو!'' خاں صاحب رک گئے۔ لاجی نے کہا، ''پھر آنا!'' مظہر علی خاں نے کہا، ''جی میڈم! آؤں گا۔ رِکارڈ اور باجا بھی لاؤں گا۔''

''نہیں! وہ مت لانا۔''

''جی اچھا۔'' اور مظہر میاں اُس روز پنجوں کے بل چلتے ہوئے فلیٹ کی دہلیز پار کر گئے۔

جیسے اپنے پیارے کی موت پر خاموشی سے پرسادے کے کوئی نکل جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح۔ □